Submission of E-contents

1. Name: DR. MD. ZEYUR RAHAN
2. Designation: Associate Prof.
3. Department/College: S. Sinha College, Aurangabad
4. Subject: Urdu
5. Course Type : (UG/PG/UG Vocational Courses/PG Vocational Courses/Medical/Para-Medical/LAw/Technical/ Educational Diploma) write anyone : P.G
6. Course (B.A/B.Sc/B.Com/M.A./M.Sc/M.Com) write anyone : M.A. Urdu 2nd Sem
7. Title/Heading of e-content : "TANHAI" JADEED SHAERI KA SHAKAR
8. Image to be displayed with e-content (1125x750 in jpg or png only): drive link
9. PDF of e-content (in . pdf and < 10Mb) : drive link
10. URL from YouTube Video of e-content:
11. Whatsapp Number : 9431632576

NOTE: In Sr.No.9 &10, One must be filled.

Fill and send to munodalgaya@gmail.com

REDMI NOTE 7 PRO

29.5.2020

M.A. II Sem
Paper-05

(1)

"تنہائی" — جدید شاعری کا شاہکار

ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن
اسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو
ایس سنہا کالج، اورنگ آباد (بہار)

"تنہائی" فیض کی مشہور نظم ہے جو معروف و مقبول ہوئی ہے اور اپنے دور میں مشہور ہو گئی تھی۔ جدید شاعری میں اس نظم کو بہت شہرت حاصل ہوئی (Over Tone)۔ فیض کے ہم عصر دانشوروں نے بھی اس نظم کی تعریف کرتے ہوئے اسے اپنے دور کی منفرد تخلیق قرار دیا۔ درحقیقت یہ نظم اس وقت کہی جانے والی نظموں میں فنی و موضوعاتی لحاظ سے بالکل منفرد تھی۔ یہ نظم اپنی ہیئت میں نامیاتی وحدت کی خصوصیت رکھتی ہے۔ امیجز قریب قریب اس کی تعمیر میں اس طرح حصہ لیتے ہیں کہ نظم کا ہر مصرعہ کسی عمارت کے ستون کی طرح ہے کسی لفظ کو بھی اس نظم سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس نظم کا سارا امیجز ٹھوس اور مخصوص تصویری قدریں حامل ہیں۔ یہ فن پارہ ایک ایکشن پینٹنگ (Action Painting) ہے کہ اس کا ہر لفظ اپنی تمام تر نظم کے دائرے کو مکمل کرتا ہے۔

تنہائی معنوی اور فنی اعتبار سے فیض کی شاعری کا معراج ہے۔

تنہائی اور انتظار فیض کی شاعری کی مرکزی خصوصیت ہے اس لیے ان کی شاعری بھی اسی ایک نقطہ کے گرد گھومتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ یہ نظم بظاہر داخلی واردات کی داستان ہے لیکن معنی خیز ہے۔ نظم کا آغاز اس لمحے سے ہوتا ہے جب شاعر کا سارا وجود سمٹ کر صرف انتظار کے نقطے پر مرکوز ہے۔ ظاہر ہے کہ خفیف آہٹ پر وہ چونک اٹھتا ہے اور اسے اپنے محبوب کے قدموں کی آہٹ کا دھوکا ہوتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں امید و مایوسی کا سلسلہ ملتا ہے۔ جہاں امید کی

تو لگتا ہے کہ یکسر بکھر جاتی اور آخری ٹکڑے میں اچانک وہ چونک اٹھتی ہے اور
اس کے بعد خود ہی جاتی ہے یا رو کر اٹھ جاتی ہے۔

"ہم کہ ٹھہرے اجنبی" میں شاعر کا وجود سارا دنیا سے جو غم ہے
وہ صرف ایک کیفیت ایک تجربہ جو موجود ہے۔ دوسرے ٹکڑے میں ملاقات کے بعد
احساس کی شدت کا جو ہول ہوتا ہے۔ تیسرے ٹکڑے [illegible] کا آغاز بھی عمل
ہوا ہے۔ پھر احساس کی شدت کم ہوتی ہے اور مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔ اب وہ
سے [illegible] تاروں سے آنسوؤں میں [illegible] ہونے [illegible]
تک یہ مایوسی [illegible] ہو جاتی ہے اور [illegible] ہو جاتی ہے [illegible]
[illegible] اور [illegible] کرتے، [illegible] لگا دیتے اور [illegible]
[illegible] منتقل کر کے [illegible] ہے۔ آخری ٹکڑے میں [illegible]
سے شاعر اپنی [illegible] اور [illegible] کا ذکر کرتا ہے۔ [illegible]
[illegible] آخر ہو جاتا ہے اور [illegible]
سے [illegible] ہو جاتی ہیں۔

"تنہائی" [illegible] میں [illegible] ہوتی [illegible]
ہے۔ شاعر [illegible] ہے کہ [illegible] حقیقتاً [illegible]
اس [illegible] میں [illegible] ہے اور [illegible] کرتی ہے۔
[illegible] اور [illegible] کر دیتی
ہیں۔ اس طرح فیض کی یہ نظم نہ صرف [illegible] میں [illegible]
میں [illegible] رہا ہے۔

فیض کی نظم "تنہائی" کو اگر دوسرے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے یعنی اسکا شاعر کے داخلی اور انفرادی واردات قلب کے آئینے میں مطالعہ کیا جائے جب بھی اس نظم کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ حقیقتاً یہ نظم صرف شاعر کے انفرادی و داخلی تجربہ کا ہی اظہار نہیں بلکہ یہ اجتماعی شعور کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ بلاشبہ اس میں بیسویں صدی کے متوقع ہندوستان کے معاشی، سیاسی و ثقافتی صورت حال کی عکاسی بڑے پُر معنی ڈھنگ سے کی گئی ہے۔ فیض اپنے گرد و پیش کی چاروں طرف تاریکی میں سحر کی امید سے محروم ہو چکے۔ وہ ایک جہان نو میں پختہ یقین رکھتے ہیں اور یہی احساس انہیں شکست خوردہ ہونے سے بچاتا ہے اور حقیقت کی شکل میں خواب کے دھوکے میں بیٹھی ہوئی نظر آتی ہے۔ حساس شاعر کے لطیف ادراک پر جن تاثرات نے گرفت ہو کر اس نظم کی تخلیق کی تحریک کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ اس نظم میں شاعر کے احساس و ادراک کے مختلف ~~[illegible]~~ نظر آتے ہیں کہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فنکار اپنے محبوب کی شکل میں ایک جہان نو کا منتظر ہے ایسا جہان جو اسکے محبوب کی طرح دلکش و دل فریب ہوگا۔ اس نظم کی بعض علامتیں اسکے سیاسی ہونے کی دلیل ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو فیض اسے اس دور کی تعریف میں کبھی نہ رکھتے جہاں ان کا سیاسی شعور کافی پختہ و بالیدہ نظر آتا ہے۔ نظم کے آخری حصے میں ستاروں کے بکھرنے اور ایوانوں سے دو گھڑی کے چراغ کا مطلب تہذیب کا بکھرتا ہوا شیرازہ ہے جس کا مشاہدہ فیض کی نگاہ میں کر رہی تھی۔

اس طرح "خیابان" استعارہ ہے اس دنیا کا جب انسانی
معاشرے میں ایسا مثبت انقلاب آئیگا جو عدل و انصاف، مساوات اور
انسانی وقار کی بنیاد پر قائم ہوگا جب یہ زندگی سب کے لیے با معنی، بہتر
اور خوبصورت ہوگی۔ گویا "خیابان" ایسا عالم ہے جس میں حقیقی کا تصور
انقلاب کے ایک خوبصورت لباس میں دلکش و دلفریب نظر آتا ہے۔